Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A Historical Analysis of the Distance Education System

فاصلاتی نظام ِتعلیم کی تاریخ کا تحقیقی جائزہ

Muhammad Adil Rafique
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, The Imperial College of Business Studies Lahore
ilmulquraan1@gmail.com
Dr. Muhammad Imtiaz Hussain
Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore

ABSTRACT

This study presents a historical analysis of the Distance Education System, tracing its origin, evolution, and contemporary transformations across different educational contexts. The research explores how distance learning emerged as an alternative mode of education to address geographical, social, and economic barriers that restricted access to formal institutions. Beginning with early correspondence courses in the nineteenth century, the study examines the gradual integration of print media, radio broadcasting, television instruction, and later digital technologies into structured educational frameworks.The paper highlights the significant expansion of distance education during the late twentieth and early twenty-first centuries, particularly with the advent of the internet, virtual learning environments, and online universities. It analyzes the pedagogical shifts from teacher-centered delivery to learner-centered models that emphasize flexibility, accessibility, and lifelong learning. Special attention is given to the role of open universities and national distance learning institutions in widening educational participation in developing countries.Furthermore, the study evaluates the challenges associated with quality assurance, student engagement, technological infrastructure, and academic credibility. By critically examining historical developments and modern innovations, the research concludes that distance education has transformed from a supplementary system into a central component of global educational strategies, shaping the future of inclusive and technology-driven learning. This study presents a research-based and analytical review of the history of the distance education system, covering its origins, evolution, and the modern transformations that have taken place within various educational contexts.

***Keyword**: Distance Education, Historical Development, Correspondence Learning, Online Education, Open Universities, Educational Technology, Lifelong Learning*

تمہید

یہ مطالعہ فاصلاتی نظامِ تعلیم کی تاریخ کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ پیش کرتا ہے، جس میں اس کے آغاز، ارتقاء اور مختلف تعلیمی تناظرات میں ہونے والی جدید تبدیلیوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ تحقیق اس امر کا جائزہ لیتی ہے کہ فاصلاتی تعلیم کس طرح ایک متبادل تعلیمی نظام کے طور پر ابھری تاکہ جغرافیائی، سماجی اور معاشی رکاوٹوں کو کم کیا جا سکے جو رسمی تعلیمی اداروں تک رسائی میں حائل تھیں۔ انیسویں صدی کے ابتدائی خط و کتابت (correspondence) کورسز سے آغاز کرتے ہوئے، مطالعہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ کس طرح طباعتی مواد، ریڈیو نشریات، ٹیلی وژن تدریس اور بعد ازاں ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کو باقاعدہ تعلیمی ڈھانچوں میں شامل کیا گیا۔

یہ مقالہ بیسویں صدی کے اواخر اور اکیسویں صدی کے اوائل میں فاصلاتی تعلیم کے نمایاں فروغ پر بھی روشنی ڈالتا ہے، خصوصاً انٹرنیٹ، ورچوئل لرننگ ماحول اور آن لائن جامعات کے ظہور کے بعد۔ اس میں تدریسی نقطۂ نظر کی اس تبدیلی کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے جس کے تحت اساتذہ مرکز ماڈل سے سیکھنے والے کی مرکزیت، لچک، رسائی اور تاحیات تعلیم کے تصورات کو تقویت ملی۔ مزید برآں، تحقیق معیار کی یقین دہانی، طلبہ کی شمولیت، تکنیکی ڈھانچے اور علمی وقار جیسے چیلنجز کا بھی جائزہ لیتی ہے، اور نتیجہ اخذ کرتی ہے کہ فاصلاتی تعلیم عالمی تعلیمی حکمتِ عملیوں کا ایک بنیادی ستون بن چکی ہے۔

تعلیم انسانی ترقی کا سنگِ بنیاد ہے۔ وقت اور مقام کی قیود سے آزاد "فاصلاتی نظام تعلیم (Distance Education) " نے عالمی سطح پر علم تک رسائی کے تصورات کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ یہ باب فاصلاتی نظام کی تاریخی بنیادوں، اس کے ارتقائی مراحل، اور اس کے اثرات کا تحقیقی جائزہ پیش کرتا ہے[1]۔

ابتدائی بنیاد: مراسلت کے ذریعے تعلیم:

فاصلاتی تعلیم کا آغاز 1840 میں انگلینڈ کے ماہر تعلیم آئزک پٹ مین نے کیا، جنہوں نے شاٹ ہینڈ سکھانے کے لیے خطوط کے ذریعے اسباق بھیجنے شروع کیے۔ یہ طریقہ کار بعد میں "خط و کتابت کے ذریعے تعلیم (Correspondence Education) " کہلایا[2]۔

بیسویں صدی: برقی ذرائع کا استعمال:

بیسویں صدی میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن جیسے ذرائع نے فاصلاتی تعلیم کو نئے افق عطا کیے۔ 1922 میں برطانیہ کی آکسفورڈ یونیورسٹی نے تعلیمی ریڈیو پروگرامز کا آغاز کیا۔ 1969 میں برطانیہ کی "اوپن یونیورسٹی" کا قیام فاصلاتی تعلیم کے ادارہ جاتی نفاذ کی پہلی مثال تھی۔

اکیسویں صدی: آن لائن تعلیم اور ڈیجیٹل انقلاب:

---

[1] علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، تاریخ اور مشن، https://www.aiou.edu.pk 2020۔

[2] ہولم برگ، بی، فاصلاتی تعلیم کے اصول و ارتقا، یونیورسٹی آف اولڈن برگ، جرمنی، 2005۔

انٹرنیٹ کی آمد سے فاصلاتی تعلیم کا چہرہ بدل گیا۔ آج کے دور میں کورسیرا، یوڈی می، موڈل، اور بلیک بورڈ جیسے ڈیجیٹل پلیٹ فارمز تعلیم کو ہر فرد کی دہلیز تک پہنچا چکے ہیں۔ کووڈ-19 کی عالمی وبا نے اس نظام کو "ضروری" بنا دیا، جس نے دنیا بھر میں آن لائن کلاسز، ویڈیوز اور ورچوئل لرننگ کو فروغ دیا۔ (دھون، 2020)

پاکستان میں فاصلاتی نظام تعلیم کا آغاز اور ترقی:

پاکستان میں 1974 میں "علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی" کے قیام نے فاصلاتی نظام کو باقاعدہ تعلیمی شناخت دی۔ یہ ایشیا کی پہلی اوپن یونیورسٹی تھی۔ بعد ازاں، 2002 میں "ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان" نے مکمل آن لائن ماڈل متعارف کروایا، جو فاصلاتی تعلیم کی جدید شکل ہے۔ (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، 2020؛ ورچوئل یونیورسٹی، 2021)

اہمیت اور اثرات:

فاصلاتی نظام تعلیم نے ان طبقات کو تعلیم سے جوڑا جن تک رسائی ممکن نہ تھی، جیسے خواتین، دیہی علاقوں کے طلبہ، اور وہ افراد جو ملازمت کے ساتھ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے "تاعمر سیکھنے (Lifelong Learning)" کے نظریے کو عملی صورت دی۔ (مور اور کیئرزلی، 2011) دینی تعلیم کی جس قدر وضاحت اسلام نے کی اس قدر کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ انسانی زندگی میں تعلیم و تربیت کی ضرورت واہمیت ایک مسلم حقیقت ہے۔ اس کی تکمیل کے لیے ہر دور میں اہتمام کیا جاتا رہا ہے، لیکن اسلام نے تعلیم کی اہمیت پر جو خاص زور دیا ہے اور تعلیم کو جو فضیلت دی ہے دنیا کے کسی مذہب اور کسی نظام نے وہ اہمیت اور فضیلت نہیں دی ہے۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ لکھتی ہیں:

> "اسلام سے قبل جہاں دنیا میں بہت سی اجارہ داریاں قائم تھیں وہاں تعلیم پر بھی بڑی افسوس ناک اجارہ داری قائم تھی۔ اسلام کی آمد سے یہ اجارہ داری ختم ہوئی۔ دنیا کے تمام انسانوں کو چاہے وہ کالے ہوں یا گورے، عورت ہو یا مرد، بچے ہوں یا بڑے، سب کو کتاب و حکمت کی تعلیم دینے کی ہدایت دی۔ اسلام نے نہ صرف یہ کہ علم حاصل کرنے کی دعوت دی، بلکہ ہر شخص کا فرض قرار دیا ہے۔ آسمان وزمین، نظام فلکیات، نظام شب وروز، بادوباراں، بحر ودریا، صحرا و کوہستان، جان دار بے جان، پرند و چرند، غرض یہ کہ وہ کون سی چیز ہے جس کا مطالعہ کرنے اور اس کی پوشیدہ حکمتوں کا پتہ چلانے کی اسلام میں ترغیب نہیں دی گئی؟"[3]

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخواندگی کے خلاف اعلان جنگ کیا، اگر تعلیم اہم نہ ہوتی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ناخواندگی کے خلاف جنگ کیوں کرتے؟ حالاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخواندگی کے خلاف جنگ میں کافی دلچسپی لی تھی۔ عربوں میں ناخواندگی اس قدر عام تھی کہ اقوام عالم میں انھیں "ان پڑھوں کی قوم" کے نام سے جانا پہچانا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں لکھنے پڑھنے کی

---

[3] رفیعہ سلطانہ، ڈاکٹر، اردو نثر کا آغاز وارتقاء، کریم سنز پبلشرز، کراچی، 1987ء۔ ص 53

ترغیب دی۔ تعلیم و تعلم کے سلسلے کا باقاعدہ آغاز کیا، اس عمل کو خوب سراہا، اہل علم کی عزت افزائی کی گئی، لوگوں کو تعلیم حاصل کرنے کی دعوت دی گئی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جدوجہد کی وجہ سے عربوں کا ناخواندہ معاشرہ ایک تعلیم یافتہ اور قابل تقلید معاشرہ بن گیا۔

عہد رسالت ﷺ میں دینی تعلیم کا فاصلاتی نظام:

عہدِ رسالت کے ابتدائی دور میں کوئی باقاعدہ تعلیمی ادارہ موجود نہ تھا جہاں باقاعدہ دینی تعلیم دی جاتی۔ اس وقت دینی علوم کا ماخذ وحی الٰہی تھا، اور اس علم کا حصول اس انداز میں ہوتا کہ کوئی شخص ایک آیت جانتا تو دوسرا دوسری آیت حفظ کیے ہوتا۔ جیسے جیسے لوگوں کو علم پہنچتا، وہ اسے دوسروں تک منتقل کرتے — یہی فاصلاتی تعلیم کا ابتدائی نقش تھا۔

اگر ہم دینی تعلیم و تربیت کے اس فاصلاتی نظام کی ابتدا اور بنیاد کو تلاش کریں، تو یہ ہمیں براہِ راست عہدِ نبوی ﷺ سے مربوط نظر آتی ہے۔ اس دور میں مسجد نبوی کے صحن میں "صفہ" کے نام سے ایک تعلیم گاہ موجود تھی، جو بلاشبہ ایک ابتدائی دینی یونیورسٹی کا درجہ رکھتی تھی۔ یہاں علوم و معارف کے متلاشی طلبہ بڑی تعداد میں قیام کرتے، جن کی کفالت خود رسولِ اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ اسی مرکز سے لوگ دور دراز سے آکر تعلیم حاصل کرتے اور پھر واپس چلے جاتے۔ ماضیِ قریب میں قائم ہونے والے دینی اداروں نے اس عظیم امانت کی حفاظت اور قابلِ فخر وراثت کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرنے میں قابلِ تحسین کردار ادا کیا ہے۔ یہ خدمات ہماری علمی و تہذیبی تاریخ کا روشن باب ہیں، جسے نہ صرف اہلِ ایمان بلکہ غیر مسلم مفکرین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ آج کے مادہ پرستی اور فکری انحطاط کے دور میں بھی یہ دینی مدارس محدود وسائل کے باوجود اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں اور امت مسلمہ کی سب سے اہم بنیادی ضرورت — دینی تعلیم — کو پورا کر رہے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ کفر و الحاد کے بڑھتے ہوئے اندھیروں اور مذہب بیزاری کے اس ماحول میں جو اسلامی شعائر، دینی روایات، اور روحانی اقدار آج بھی زندہ نظر آتی ہیں، وہ ان ہی دینی درسگاہوں کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہیں۔

فاصلاتی دینی تعلیم کی پہلی تربیت گاہ:

مسجد نبوی فاصلاتی تعلیم کا مرکز تھا کوئی خاص اوقات اور معلم مقرر نہ تھے بلکہ جب جس کا جی چاہتا وہ تعلیم لیتا اور دیتا اور یوں یہ فاصلاتی تعلیم کا پہلا ادارہ تھا۔ شریں زادہ خدو خیل لکھتے ہیں:

> "نبی کریم ﷺ کے حکم سے صحابہ میں سے متعدد اشخاص کتابت وحی کے عمل پر مامور تھے۔ کاتبین وحی کی تعداد چالیس سے متجاوز تھی۔ عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد اور ہجرت سے قبل حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بھیجا گیا کہ وہ ایمان لانے والوں کو علم دین سکھائیں۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ غزوہ بدر کے بعض قیدیوں کو حضور ﷺ نے اس شرط پر رہا کیا کہ وہ مسلمانوں کے دس دس لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔

اس طرح ہجرت کے بعد حضور ﷺ کی تعلیم کا طریقہ یہ تھا کہ مسجد نبوی عبادت کرنے کے علاوہ علم حاصل کرنے کا اہم ترین مرکز تھا۔"[4]

چنانچہ آہستہ آہستہ ہر شہر میں مسجدیں، درسگاہیں اور دانش گاہیں بن گئیں۔ نیز کچھ صحابہ کرام کے مکان اور اہل علم کے مسکن کی شکل میں مدینہ اور اطراف واکناف میں خاصی تعداد میں مدارس وجامعات کا جال بچھ گیا، علاوہ ازیں مختلف علاقوں اور قبائل کی تعلیم کے لیے اہل علم حضرات کو بھیجا جاتا تھا۔

عہد صحابہ کرام میں فاصلاتی تعلیم:

عہد صحابہ کرام میں فاصلاتی نظام تعلیم ایسا تھا کہ کوئی علم حاصل کر کے جارہا اور کوئی آرہا کسی پر کوئی قید نہ تھی اور یہی فاصلاتی تصور قائم رہا جیسا کہ شریں زادہ خدوخیل لکھتے ہیں:

"مدینہ کے بعد سب سے بڑا علمی مرکز کوفہ میں قائم ہوا۔ حضرت علی τ، اور فقہاء صحابہ کرام [کی موجودگی سے کوفہ اہم ترین علمی مراکز میں شمار ہونے لگا۔ قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے عربی لغت اور عربی زبان کے قواعد کی معرفت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کیونکہ عرب عام طور پر اپنی مادری زبان میں غلطیاں کرنے لگے۔ اس لیے قرآن مجید میں اعراب لگائے گئے اور معانی، بیان، صرف ونحو جیسے علوم کو فروغ حاصل ہوا۔"[5]

بلآخر صحابہ کرام کی سکونت کے ساتھ ساتھ کوفہ میں علم کے بڑے بڑے مرکز قائم ہوئے اور پھر وہاں قرآن اور دیگر مضامین کے نغمے سامعہ نواز ہونے لگے۔ اور کوفہ، دمشق، فسطاط وغیرہ میں علم کے اہم ترین مرکز تیار ہوگئے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے ثبوت اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ عہد رسالت میں کافی زوروں پر تھا کیونکہ سب سے پہلی وحی حضور ﷺ پر نازل ہوئی اس میں علم سیکھنے پر زور دیا گیا۔

عہد خلفائے راشدین میں فاصلاتی نظام:

دینی تعلیم کا نظام ابتداء ہی سے زیادہ تر فاصلاتی نوعیت کا رہا ہے۔ لوگ قریہ قریہ، شہر شہر گھوم کر اور خط وکتابت کے ذرائع استعمال کرتے ہوئے علمِ دین حاصل کرتے رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے نہ صرف تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کیا، بلکہ امت کو علم کے حصول کی ترغیب دی اور جہالت کے مضر اثرات سے خبردار کیا۔ فاصلاتی دینی تعلیم کی حقیقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک ایک حدیث کی طلب میں طویل مسافتیں طے کرتے اور بسا اوقات ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر

---

[4] خدوخیل، شریں زادہ، عہدِ رسالت کا نظام تعلیم اور عصرِ حاضر، الفیصل اکیڈمی لاہور، 2010ء۔ ص 932

[5] خدوخیل، شریں، زادہ، عہدِ رسالت کا نظام تعلیم اور عصرِ حاضر، ص 249۔

اختیار کرتے۔ علم کے اس سفر میں درپیش مشکلات اور صعوبتیں بھی ان کے عزم کو متزلزل نہ کر سکیں، بلکہ ان کے لئے باعثِ اجر و ثواب بنیں۔ حضرت علی τ کا فرمان ہے:

" جس نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا آسمان کے فرشتوں میں اسے عظیم کہہ کر پکارا جاتا ہے۔[6]

عمر فاروق τ فرماتے ہیں:

" میری دانست میں اشاعتِ علم سے زیادہ افضل کوئی عبادت نہیں" انہیں کا قول ہے "اے قوم عرب! علم حاصل کرو، ورنہ مجھے ڈر ہے کہ علم تم سے نکل کر غیروں میں چلا جائے گا اور تم ذلیل ہو کر رہ جاؤ گے علم حاصل کرو، کیوں کہ علم دنیا میں بھی عزت ہے اور آخرت میں بھی۔[7]"

عمر فاروق τ کا فرمان نقل کرتے ہوئے حسن بصری τ فرماتے ہیں:

"کھانے پینے سے کہیں زیادہ انسان علم کا ضرورت مند ہے"۔ حسن بصری ؒ فرماتے ہیں: "اگر اہل علم نہ ہوتے تو لوگ جانوروں جیسے ہو جاتے"۔ یعنی اہل علم ہی لوگوں کو جانوروں کی صف سے نکال کر انسانیت میں داخل کراتے ہیں۔[8]

حضرت عثمان غنی τ فرماتے ہیں:

"جس شخص کی یہ تجویز ہو کہ علم کا طلب کرنا جہاد نہیں تو وہ اپنے عقل و تجویز میں ناقص ہے"۔

سیدنا علی τ فرماتے ہیں

کہ علم نر (مذکر) ہے اور اس کو مردوں میں وہی پسند کرتے ہیں جو مرد ہوں۔[9]"

امام غزالی مزید فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ بن سفیان ؓ حج کے موقع پر میدان میں بیٹھے تھے، پہلو میں بیوی بیٹھی تھی، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے، اور طرح طرح کے مسئلے ان سے پوچھے جارہے ہیں۔ دریافت کیا: "کون ہیں"؟ بتایا گیا کہ 'عبد اللہ بن عمر ہیں۔" یہ سن کر حضرت معاویہ نے بیوی سے کہا: "اللہ کی قسم! یہی شرف ہے، دنیا و آخرت کا"۔[10]

سیدنا ابو صدیق τ فرماتے ہیں"

---

[6] ابن القلانسي، حمزة بن أسد بن علي بن محمد، تاريخ دمشق، دار حسان للطباعة والنشر، دمشق، الطبعة الأولى، ج3، ص119۔

[7] ابن القلانسي، حمزة بن اسد بن علي بن محمد، تاريخ دمشق، ج3، ص210۔

[8] ابن القلانسي، حمزة بن اسد بن علي بن محمد، تاريخ دمشق، ج3 ص210۔

[9] غزالی، محمد بن محمد، حجۃ الاسلام، احیاء العلوم، ص137۔

[10] ایضاً۔

عالم کی موت اسلام کی عمارت میں ایک ایسا شگاف ہے جو کبھی بند نہیں ہو سکتا۔[11]

" جب کاتب وحی اور ماہر قرآن انصاری عالم حضرت زید ؓ بن ثابت کا انتقال ہوا تو عبد اللہ بن عباس ؓ نے فرمایا: "جو یہ دیکھنا چاہیے کہ علم کیسے اٹھتا ہے وہ دیکھ لے، علم اس طرح اٹھتا ہے۔[12]

سیدنا علی المرتضیٰ τ فرماتے ہیں:

مجھ کو تعجب آتا ہے اس شخص پر جو علم کی طلب نہ کرے کہ اس کا نفس اس کو کسی بزرگی کی طرف کیسے بلاتا ہے؟" بعض حکماء کا قول ہے کہ ہمیں دو شخصوں پر جو ترس آتا ہے اور کسی پر نہیں آتا۔ ایک طالب علم پر، جو علم طلب کرتا ہے، لیکن سمجھتا نہیں اور دوسرا اُس پر کہ علم کو سمجھتا ہے اور اس کو طلب نہیں کرتا ہے۔[13] سیدنا ابو صدیق τ فرماتے ہیں:

خير نعمة الحكمة و أبشع بلاء الجهل

." بہترین نعمت عقل اور بدترین مصیبت جہالت ہے۔[14]"

مزید فرماتے ہیں:

بنعمة العلم يصبح البخيل مكرما" علم کی برکت سے خسیس آدمی باشرف ہو جاتا ہے۔" [15]

سیدنا عثمان غنی τ فرماتے ہیں:

غالبًا ما يُذكر من يعلِّم المعرفة في السماء

"علم سکھانے والے کا آسمانوں میں بہ کثرت ذکر کیا جاتا ہے۔"[16]

حضرت عمر τ فرماتے ہیں:

إن الجلوس في مجلس الفقه أفضل من عبادة ستين سنة "

فقہ کی مجلس میں بیٹھنا ساٹھ سال عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔[17]

---

[11] غزالی، محمد بن محمد، حجۃ الاسلام، احیاء العلوم، ص 137۔

[12] ایضاً

[13] ایضا

[14] ابن عبد البر یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب في معرفۃ الاصحاب، دار الجیل، بیروت، ج 3، ص 1412، 933ھ،

[15] ابن القلانسي، حمزۃ بن أسد بن علي بن محمد، تاریخ دمشق، ج 3، ص 216۔

[16] غزالی، محمد بن محمد، حجۃ الاسلام، احیاء العلوم، ص 210۔

[17] ایضاً۔

حضرت سفیان علیτ فرماتے ہیں:

"فرائض کے بعد طلب علم سے زیادہ افضل کوئی چیز نہیں ہے۔[18]"

حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

" دنیا میں کسی کو نبوت سے زیادہ افضل چیز نہیں دی گئی اور نہ ہی نبوت کے بعد علم وفقہ سے زیادہ افضل اور اعلیٰ چیز کسی کو عطا ہوئی "۔ کسی نے عرض کیا: یہ علم وفقہ کن سے حاصل کیا جائے؟" فرمایا: "تمام فقہائے کرام سے حاصل کرو۔[19]"

حضرت ابوذر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

علم کا ایک باب سیکھنا ہمیں نفل نماز کی ایک ہزار رکعت پڑھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور علم کا ایک باب جاننا ہمیں نفل نماز کی سو رکعت سے زیادہ پسند ہے۔[20]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" علم کے عظیم الشان ہونے کے لیے یہی ایک بات کافی ہے کہ جو اس میں کمال نہیں رکھتا وہ بھی اس کا دعوے دار ہے اور اپنی طرف علم کی نسبت سے خوش ہوتا ہے اور جہالت کی مذمت میں یہی ایک بات کافی ہے کہ خود جاہل شخص اس سے برأت کا ظہار کرتا ہے۔[21]"

علم انسان کی سب سے بڑی عظمت، شرافت اور سربلندی کا ذریعہ ہے۔ ایک دانا کا قول ہے کہ علم سب سے اعلیٰ شرافت ہے، جبکہ ادب اور انسانیت سب سے بلند مقام رکھتے ہیں۔ مشہور مفکر ابنِ المقفع کا کہنا ہے: "علم حاصل کرو، اگر بادشاہ ہو تو اور بلند ہو جاؤ گے، اور اگر عام آدمی ہو تو تمہاری زندگی بامقصد اور باوقار ہو جائے گی۔" علم وہ قیمتی خزانہ ہے جس نے غلاموں اور خادموں کو سلطنتوں کی قیادت عطا کی، اور انہیں اقوام کا پیشوا بنا دیا۔ ایک واقعہ مشہور ہے کہ جب حجاج بن یوسف نے خالد بن صفوان سے پوچھا: "بصرہ کا سردار کون ہے؟" تو خالد نے جواب دیا: "حسن بصری۔" حجاج کو تعجب ہوا اور اس نے کہا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے، وہ تو غلاموں کی نسل سے ہیں!" خالد نے جواب دیا: "وہ اس لیے سردار ہیں کہ لوگ دینی امور میں ان کے علم کے محتاج ہیں، جب کہ وہ خود علم کے معاملے میں کسی کے محتاج نہیں۔ اللہ کی قسم! میں

---

[18] غزالی، محمد بن محمد، حجۃ الاسلام، احیاء العلوم، ص137۔

[19] ابن عبد البر یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج3، ص939۔

[20] غزالی، محمد بن محمد، حجۃ الاسلام، احیاء العلوم، ص278۔

[21] ایضاً

نے بصرہ میں کسی شخص کو نہیں دیکھا جو ان کے علمی حلقے میں شامل ہونے کی خواہش نہ رکھتا ہو۔ ہر شخص ان کی باتیں سننے اور ان سے سیکھنے کی آرزو رکھتا ہے۔"

یہ واقعہ اس سچائی کی واضح مثال ہے کہ علم نہ صرف مرتبہ بلند کرتا ہے بلکہ عزت، قیادت اور اثر و رسوخ عطا کرتا ہے، خواہ انسان کا پس منظر کچھ بھی ہو۔

" یہ سن کر حجاج نے کہا:" واللہ! یہی سرداری ہے۔[22]"

اسی طرح ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے نافع بن عبد الحارث کو مکہ مکرمہ کا والی بنایا تھا۔ وہ ایک بار حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو آپ نے دریافت کیا کہ "اپنا نائب کس کو بنا کر آئے ہو؟" انہوں نے بتایا:" ابن ابزی کو" حضرت عمرؓ نے دریافت کیا:"ابن ابزیٰ کون ہے؟" انہوں نے بتایا:" ہمارا ایک مولیٰ ہے۔" تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:" تم نے ایک مولیٰ کو نائب بنایا ہے؟" انہوں نے جواب دیا:"وہ قرآن کریم پڑھنے والے اور مسائل وراثت کے عالم ہیں۔" تب حضرت عمرؓ نے فرمایا:" ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کچھ لوگوں کو اوپر اٹھائے گا اور کچھ کو پست کرے گا۔" [23]

ان واقعات سے یہ معلوم ہوا کہ اصل سرداری علم کی سرداری ہے اور اصل حکمران علماء ہیں۔ کیوں کہ چشم نگاہ نے بڑے بڑے بادشاہوں کو علماء کی قدم بوسی کرتے دیکھا۔ ابو الاسودؒ کا قول ہے کہ" علم سے زیادہ معزز کوئی چیز نہیں۔ بادشاہ لوگوں پر حکمران ہیں اور علماء بادشاہوں پر۔

فاصلاتی دینی تعلیم کے مقاصد:

دینی تعلیم رسمی ہو یا غیر رسمی اس کے مقاصد ایک ہی ہیں اور وہ ہیں، لفظی طور پر تعلیم کے معنی ہے "معلومات کا جمع کر دینا" اور مخفی صلاحتیوں کا نکھارنا" اصلا یہ لفظ معلومات فراہم کرنے اور متعلم کی مخفی صلاحیتوں کو نکھارنے کے مفہوم میں آتا ہے۔[24]

john white اپنے مقالہ the aims of education میں رقمطراز ہے۔

> The aim of education should be to promote the well .being of those being educated (hand Book of [25]

---

[22] غزالی، محمد بن محمد، حجۃ الاسلام، احیاء العلوم، ص 137۔

[23] ایضاً۔

[24] the new international webester,s comprehensive dictionary ,p.40۔

[25] Educational Ideas and practices p 23۔

فاصلاتی تعلیم کا مفہوم اسلامی دائرے کے اندر تین اصلاحات کا جامع ہے یعنی تعلیم تربیت اور تادیب۔ تعلیم کا مقصد انسان کی شخصیت کو متوازن انداز پر نشو نما دینا ہے۔ انسان کے مختلف پہلوئوں جسمانی، عقلی، علمی، عمرانی اور دینی کی آبیاری کرنا اور پروان چڑھانا ہے نیز صالحیت اور تکمیل تک ان کی رہبری کرنا ہے تعلیم کا اصل مقصد انسانیت کی انفرادی و اجتماعی و بہبود ہے۔ بقول ڈاکٹر برھان احمد فاروقی:

"تعلیم قوموں اور تہذیبوں کو دوام و استمراء عطا کرنے کا علم ہے"[26]

فاصلاتی دینی تعلیم بذات خود منزل نہیں بلکہ منزل کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔ تعلیم کے ذریعے نظریہ حیات اور تمدن و ثقافت زیر تعلیم نسل تک پہنچتا ہے۔ علامہ محمد اقبال کا یہی خیال تھا کہ اسلام ہماری زندگی اور تعلیم کا مقصد ہونا چاہیے۔ امام غزالی کے مطابق اسلامی نظریہ تعلیم کا مقصد تعمیر کردار ہے۔

فاصلاتی اسلامی نظام تعلیم سے مراد تعلیم، نصاب اور نظم تعلیم میں محض اسلامی نظریے کا نفاذ نہین ہے، بلکہ بہتر معیار، سہولتوں کی فراہمی، امت مسلمہ کی ضرورت کی تکمیل، سائنسی علوم وفنون میں اعلیٰ مہارت اور روزگار کے موقع مہیا کرنا ہیں۔

فاصلاتی دینی تعلیم کا نصاب:

فاصلاتی دینی تعلیم کا نصاب، مروجہ علوم کی ترتیب یا درجہ بندی (knowledge taxonomy) کی اصطلاح میں، پہلی عالمی اسلامی تعلیمی کانفرنس منعقدہ مکۃ المکرمہ نے علوم کی دو اقسام کا ذکر کیا ہے

(الف) یقینی، ہداتیی، یا الہامی علم Revealed knowledge) قرآن سنت کا علم۔

(ب) امکانی، حسی یا عقلی علم (Acquired knowledge) وہ علوم جن کے حاصل کرنے کا ذریعہ انسان کے حسی اور عقلی محرکات ہیں۔ مثلاً طبیعات، کیمیا، حیاتیات، ریاضی، شماریات، حیوانیات، ارضیات، فارمیسی، انجینیئرنگ، ٹیکنالوجی میڈیکل سائنس، زرعی سائنس، کامرس، مینجمنٹ ایڈمنسٹریشن، کمپیوٹر سائنس، فلسفہ، نفسیات، تعلیمات، سیاسیات، معاشیات، عمرانیات، نباتیات، فلکیات، تاریخ جغرافیہ، قانون، ابلاغ عامہ، لسانیات، علم کتابداری، ادبیات وفنون اور دیگر سوشل، فزیکل، نیچرل سائنسز وغیرہ، یہ امکانی علوم ہیں اور دنیاوی زندگی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔[27]

---

[26] فاروقی، برھان احمد، ڈاکٹر، تعلیم کا مسئلہ اور اس کا حل، ص 19۔

[27] ڈاکٹر مشتاق الرحمن صدیقی، تعلیم و تدریس مباحث و مسائل، ص 22، 21۔

فاصلاتی دینی تعلیم اور دنیاوی علوم کا امتزاج:

اسلام میں جب تعلیم کی اہمیت کو سمجھا جاتا ہے تو یہ سوال ذہن میں ضرور ابھرتا ہے کہ وہ کون سا علم ہے جسے اسلام نے فرض قرار دیا ہے؟ اور وہ کون سی تعلیم ہے جو انسان کو بلندی و برتری کے اعلیٰ مقام پر فائز کرتی ہے؟ اسلامی معاشرے میں تعلیم کا بنیادی مقصد فرد میں اسلامی شعور بیدار کرنا ہے، جس کے لیے سب سے اہم چیز معرفتِ الٰہی، نصب العینِ حیات اور مقصدِ زندگی سے مکمل آگاہی ہے۔ جب انسان اس شعور سے بہرہ مند ہو جاتا ہے، تو اسلام ہر مفید اور جائز علم کے حصول کی اجازت ہی نہیں دیتا، بلکہ ان علوم کو فرض قرار دیتا ہے جو ملت کی ترقی، استحکام اور بقاء کے لیے ناگزیر ہیں۔ فاصلاتی دینی تعلیم کے ذریعے یا اس سے پہلے، اسلامی معاشرے میں تعلیم کا جو تصور ہونا چاہیے، وہ ایسا ہو جو دین و دنیا دونوں کے تقاضے پورے کرے۔ ایسا نظام تعلیم جو ایک طرف فرد کے اندر خوفِ خدا، احساسِ ذمہ داری اور فرائض کی ادائیگی کا شعور پیدا کرے اور اسے ایک سچا مسلمان بنائے، اور دوسری طرف دنیاوی علوم کی تحصیل کے ذریعے ملک و ملت کی ترقی میں مؤثر کردار ادا کرنے کے قابل بنائے۔

دینی اور دنیاوی علوم کی تفریق دراصل ایک غلط فہمی ہے۔ جن علوم کو ہم دنیاوی کہتے ہیں، اگر ان کا حصول نیک نیتی، اسلامی فلاح اور امتِ مسلمہ کی خدمت کے جذبے کے تحت ہو، تو وہ دینی علوم کے برابر اہمیت رکھتے ہیں۔ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ نئی نسل کے دل و دماغ میں اسلامی تعلیمات کا درست شعور راسخ کر دیا جائے، تاکہ وہ جس شعبے میں بھی قدم رکھیں، اخلاصِ نیت اور قوم کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہوں۔ ایسے افراد جہاں بھی ہوں گے، ان کا وجود باعثِ خیر و برکت ہوگا اور قوم ان پر بجا طور پر فخر کرے گی۔ فاصلاتی دینی تعلیم ہو یا جدید سائنسی علوم، اگر ان کا مقصد اللہ کی رضا، امت کی سربلندی اور اسلام کی خدمت ہو، تو یہ سب دینی فریضے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دینی مدارس میں فلسفہ، طب، ریاضی، فلکیات اور قدیم جاہلی شعراء کے کلام تک کو اس لیے شامل نصاب کیا جاتا ہے تاکہ دین کے فہم میں مدد ملے، اگرچہ یہ علوم بذاتِ خود دین سے براہِ راست متعلق نہ بھی ہوں۔ تاہم اگر سائنسی یا دیگر دنیاوی علوم کو صرف مادی مقاصد، ذاتی منفعت یا دنیاوی مفاد کے لیے حاصل کیا جائے، تو ان کا حصول نہ صرف بے مقصد بلکہ دین کے نقطۂ نظر سے قابلِ مذمت بھی ہے۔

قرآن حکیم میں سائنسی علوم کو حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر مطالعہ کائنات کا درس دیا گیا ہے۔ اسی طرح حدیث میں دانائی کو مومن کی گمشدہ میراث کہا گیا ہے۔:

الکلمة الحکمة ضالة المومن فحیث وجدها فهو احق بها[28]

---

[28] السید احمد الهاشمی، مختار الاحادیث النبویه والحکم المحمدیه، ص123۔

فاصلاتی دینی تعلیم اور فرائض:

دینی تعلیم میں فاصلاتی دینی تعلیم کے حصول کا اول مقصد فرائض کا علم ہے یعنی ہر مسلمان فاصلاتی طریقہ کار کے تحت فرض علم حاصل کرتا ہے اور فرض عین سے مراد ہے کہ اس کا حاصل کرنا ہر فرد پر لازم ہے۔اس میں استثنیٰ یا رعایت کی کوئی صورت نہیں۔

ہر مسلمان کے لئے لازمی ہے کہ وہ بنیادی عقائد کا علم رکھتا ہو۔ارکان اسلام اور دگر بنیاۂ امور سے واقف ہونا ازبس ضوری ہے۔ اگر سے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا پتہ ی نہ ہگا توان کی ادائیگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اسلام کی تعلیمات سے ہر فرد کو آگاہ ہونا چاہیے تاکہ ان کی سیرت کی عمدہ طریقہ پر تعمیر ہوسکے۔نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

اللهم اغنيى بالعلم ،و زينى بالحلم ،و اكرمنى بالتقوى ،وجملنى بالعافية[29]

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مندرجہ ذیل چیزوں کے لیے دعا فرمائی۔

1۔علم 2۔حلم 3۔تقوی 4۔عافیت

اسلامی روحانی اور اخلاقی پاکیزگی اور طہارت عطا کرتی ہے اس لیے سب سے پہلے بچے کو یہ تعلیم دینا ضروری ہے تاکہ اس کے ذہن میں اسلام اور اسلام کی تعلیمات کی حقانیت پختہ اور راسخ ہو جائے اور اللہ پر غیر متزلزل یقین پیدا ہو جائے۔اس کی زندگی اسلامی عقائد پر استوار ہو،اس کی گفتار،اس کا کردار،اسکا اخلاق اور اس کے معاملات غرض زندگی کے ہر پہلو کی تشکیل اسلامی اصولوں کی روشنی میں ہوسکے اور وہ اسلامی اخلاق کا عمدہ نمونہ پیش کرے۔

فاصلاتی دینی تعلیم اور جدید تعلیم:

دین اسلام دینی تعلیم میں ہر ایک مسلمان کو رسمی اور غیر رسمی طریقہ کار سے نا صرف دینی تعلیم کے حصول کا حکم دیتا ہے بلکہ جدید تعلیم کے حصول کا بھی حکم دیتا ہے کہ فرض کفایہ سے مراد ہ کہ کسی علم کا حاصل کرنا قوم کے ہر فرد پر تو ضروری نہ ہو مگر پوری قوم میں سے کچھ افراد اسے ضرور حاصل کریں۔فرض کفایہ میں علوم جدیدہ مثلاً سائنس،جغرافیہ،معاشیات،انجینئرنگ،ریاضی وغیرہ شامل ہیں ان علوم کو یہ درجہ اس لیے دیا گیا ہے کہ آج کوئی قوم بھی ان کے بغیر دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ہر قوم کی بقاء وسالمیت کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم نہایت ضروری ہے۔ملک کی ترقی کے لیے ہر شعبہ میں اس کی ضرورت ہے۔ڈاکٹر مشتاق لکھتے ہیں:

---

[29] راوہ ابن النجار عن ابن عمر ص29۔

زراعت کو لیجئے وہ بھی ایک سائنس کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ملک خوراک میں خود کفیل بنانے کے لیے ظاہر ہے ایسے ماہرین کی ضرورت ہے جو اس شعبہ میں قوم کی رہنمائی کر سکیں۔ملک کی صنعتی ترقی میں ماہر انجینئروں اور ماہر کیمیا گروں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ایسی صورت میں ان علوم کی پر توجہ نہ دینا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے[30]

ان سب باتوں سے بڑھ کر دفاع کا مسئلہ ہے آج دفاع ڈیفنس کے جتنے بھی ذرائع ہیں سب کے سب سائنس اور ایٹمی توانائی کے مرہون منت ہیں۔کوئی ملک اپنے دفاع پر قادر نہیں تاوقتیکہ وہ ایٹمی طاقت حاصل نہ کرے۔قرآن کریم میں ہے

وَأَعِدُّوا۟ لَهُم مَّا ٱسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍۢ وَمِن رِّبَاطِ ٱلْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِۦ عَدُوَّ ٱللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَءَاخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ ٱللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِن شَىْءٍۢ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ[31]

فاصلاتی دینی تعلیم کے مقاصد:

دینی فاصلاتی تعلیم کے مقاصد، نصب العین کا تعین، حسن عمل، خود آگاہی، نفع رسانی، اشاعت دین، تحقیق، سر فرازی اور بلندی ، دینی اور دنیاوی کامیابی، حصول معاش میں آسانی اور معاشی و معاشرتی ترقی ہیں۔

فاصلاتی طریقہ کار۔یعنی رسمی یا غیر رسمی دینی تعلیم دونوں کا بنیادی مقصد خداشناسی ہے۔علم کے بغیر اللہ کی معرفت مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے، علم کے ذریعے ہی انسان خدا کی رضاجوئی کا طریقہ معلوم کر سکتا ہے۔خداشناسی کے بغیر علم بھی حاصل کیا جائے گا وہ چنداں مفید نہیں۔حضور اکرم ﷺ نے ہمیشہ علم نافع کے حصول کی دعا فرمائی کیونکہ اس سے خداشناسی ہوتی ہے۔

اللھم انی اعوذبک من لاقلب لا یخشع ، ومن دعاء لا یسمع ، ومن نفس لاتشبع ، ومن علم لاینفع ، اعوذ بک من ھولاء الاربع[32]

فرض خداشناسی اور عقائد کی حقیقت کو جان لینے کے بعد علم کی بدولت انسان اپنا نصب العین متعین کرتا ہے جس کے سبب اس کی سیرت پروان چڑھتی ہے۔بے علم آدمی کا کوئی نصب العین نہیں ہوتا اگر ہوتا بھی ہے تو بہت ہی پست۔"

علم حاصل کرنے کا اہم مقصد حسن عمل ہے۔علم کے بغیر عمل گمراہی ہے اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

العالم والعلم و العمل فی الجنۃ ، فاذا لم یعمل العالم بما یعلم کان العلم و العمل فی الجنۃ ، کان العالم فی النار[33]

---

[30] ڈاکٹر مشتاق الرحمن صدیقی، تعلیم و تدریس مباحث و مسائل، ص 21۔

[31] الانفال 60:8۔

[32] رواہ الترمذی، عن ابن عمر، السید احمد الھاشمی، مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ، ص 27۔

[33] رواہ الدیلمی، السید احمد الھاشمی، مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ، ص 7۔

"علم کا ایک بلند مقصد یہ بھی ہے کہ انسان کو اس سے اپنی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ معرفت اور خود آگاہی کے لیے نہایت ضروری ہے یہ حقیقت ہے "جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا" گویا خدا شناسی کے لیے خود شناسی ضروری ہے۔"

فاصلاتی دینی تعلیم و علم مفید ہے جس سے دوسرے انسانوں فائدہ پہنچے۔ اگر یہ خصوصیات علم میں نہیں تو بے کار ہے۔ جس علم سے صرف خواہشات نفسانی وابستہ ہوں اس سے انسانیت کو کم فائدہ پہنچتا ہے اس لئے اسلام کی نگاہ میں علم کا نفع رساں اور نتیجہ خیز ہونا ضروری ہے۔ آپ ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع[34]

اے اللہ! میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع بخش نہیں۔

فاصلاتی دینی تعلیم و علم حاصل کرنے کا مقصد اور فائدہ یہ بھی ہے کہ آدمی اسے دوسروں تک پہنچائے۔ بے علم نہ تبلیغ دین کر سکتا ہے اور نہ نیکی کی پرچار۔ جو علم سیکھ کر دوسروں کو نہیں سکھاتا وہ بخل کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

کا تم العلم یلعنہ کل شی ،حتی الحوت فی البحر ،والطیر فی السماء[35]

معلم اعظم ﷺ نے فرمایا کہ عالم اور متعلم بھلائی میں شریک ہوئے ہیں:

العالم و المتعلم شریکان فی الخیر ،وسائر الناس لا خیر فیھم[36]

فاصلاتی دینی تعلیم و علم کا ایک مقصد تحقیق بھی ہے۔ بغیر تحقیق کے علم کا مقصد حقیقی یعنی اشیاء کے حقائق اور کسی چیز کے رموز کو جاننا پورا نہیں ہوتا۔ بغیر غور و فکر اور تحقیق کے کوئی علم بھی نتیجہ خیز اور مفید ثابت نہیں ہوتا۔ علم کی فضیلت ایک اور حدیث پاک میں ملاحظہ ہو۔

افضل الصدقۃ ان یتعلم المرء المسلم علما ،ثم یعلمہ اخاہ المسلم[37]

فاصلاتی دینی تعلیم و علم کی بدولت انسان کو دنیا اور آخرت میں سرفرازی حاصل ہوتی ہے اور یہی علم قوم کی ترقی کا سبب ہوتا ہے ۔علم کے بغیر کوئی صحیح طریقہ پر نہ خدا کی اطاعت کر سکتا ہے اور نہ عبادت۔ دینی امور میں کامیابی کے لیے بھی اس کی اشد ضرورت ہے اور

---

[34] السید احمد الھاشمی، مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ، ص7۔

[35] ایضاً

[36] ایضاً

[37] ایضاً

دنیاوی امور میں بھی علم چراغ راہ کا کام دیتا ہے۔ روٹی تو ہر آدمی کما لیتا ہے مگر صاحب علم اپنی روزی عزت اور وقار کے ساتھ کماتا ہے۔ علم و ہنر کے ذریعے انسان روزی کے نئے نئے طریقے تلاش کرتا رہتا ہے۔ اعلیٰ عہدوں پر اہل علم ہی فائز ہوتے ہیں۔

فاصلاتی دینی تعلیم و علم سے بہت سی تحقیقات کی جاتی ہیں جس سے مخلوق خدا کی فلاح و بہبود کے لیے سامان تیار کئے جاتے ہیں۔ علم کے ذریعے انسان نئے نئے ہتھیار اور آلات تیار کئے کرتے ہیں جن سے دفاع کیا جاتا ہے۔ علم ہی انسان کے کمالات کو اجاگر کرتا ہے۔ علم ایک ایسی قوت ہے جس کے ذریعہ انسان دنیا میں ترقی کرتا ہے۔ اسی علم کی بدولت انسان اپنی ہر مشکل پر قابو پالیتا ہے۔

خلاصۂ بحث

فاصلاتی نظامِ تعلیم (Distance Education) ایک ایسا تعلیمی ماڈل ہے جس میں استاد اور طالب علم زمانی یا مکانی فاصلے کے باوجود تدریسی عمل کو جاری رکھتے ہیں۔ اس نظام کی تاریخ انیسویں صدی سے شروع ہوتی ہے، جب یورپ اور امریکہ میں خط وکتابت (Correspondence Courses) کے ذریعے تعلیم دینے کا آغاز ہوا۔ صنعتی انقلاب کے بعد بڑھتی ہوئی آبادی اور تعلیم کی عمومی ضرورت نے ایسے متبادل نظام کی راہ ہموار کی جو روایتی درسگاہوں سے ہٹ کر بھی علم کی ترسیل ممکن بنا سکے۔ ابتدائی دور میں ڈاک کے ذریعے اسباق بھیجے جاتے اور طلبہ اپنے جوابات واپس ارسال کرتے تھے۔ بیسویں صدی میں ریڈیو اور بعد ازاں ٹیلی ویژن نے فاصلاتی تعلیم کو نئی جہت عطا کی۔ اسی تناظر میں برطانیہ میں The Open University کا قیام (1969ء) فاصلاتی تعلیم کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے، جس نے باقاعدہ ڈگری پروگرامز کو جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے عام کیا۔ پاکستان میں فاصلاتی تعلیم کا باقاعدہ آغاز 1974ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے قیام سے ہوا، جس کا مقصد اُن افراد کو تعلیمی مواقع فراہم کرنا تھا جو معاشی، سماجی یا جغرافیائی رکاوٹوں کے باعث روایتی جامعات تک رسائی نہیں رکھتے تھے۔ بعد ازاں دیگر جامعات نے بھی فاصلاتی اور آن لائن پروگرامز متعارف کرائے، جن میں ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان نمایاں ہے، جس نے انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ذریعے تعلیم کی فراہمی کو فروغ دیا۔

اکیسویں صدی میں انٹرنیٹ، لرننگ مینجمنٹ سسٹمز (LMS)، ویڈیو لیکچرز، اور آن لائن امتحانی نظام نے فاصلاتی تعلیم کو ای لرننگ (E-learning) اور ورچوئل لرننگ کی شکل دے دی ہے۔ عالمی سطح پر MOOCs (Massive Open Online Courses) اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز نے علم کو مزید قابلِ رسائی بنا دیا ہے۔ تحقیقی جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ فاصلاتی نظامِ تعلیم نے تعلیمی جمہوریت (Educational Democratization) کو فروغ دیا، خواتین، ملازمت پیشہ افراد اور دور دراز علاقوں کے طلبہ کو مواقع فراہم کیے، اور عمر کی قید کو بھی کم کیا۔ تاہم اس نظام کو معیارِ تعلیم، طلبہ کی خود نظم وضبط، اور ٹیکنالوجی تک مساوی رسائی جیسے چیلنجز کا بھی سامنا ہے۔ مجموعی طور پر فاصلاتی تعلیم کی تاریخ ایک تدریجی ارتقا کی کہانی ہے، جس نے خط وکتابت سے لے کر ڈیجیٹل پلیٹ فارمز تک سفر

طے کیا اور آج علم کی عالمگیریت میں کلیدی کردار ادا کر رہی ہے۔ یہ نظام مستقبل میں بھی ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ مزید مؤثر اور ہمہ گیر ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

مصادر و مراجع

القرآن، کلام اللہ تعالیٰ

ابن القلانسي، حمزة بن أسد بن علي بن محمد، تاريخ دمشق، دار حسان للطباعة والنشر، دمشق، الطبعة الأولى، ج3، ص119۔

ابن عبد البر یوسف بن عبد اللہ، الاستيعاب في معرفة الاصحاب، دار الجیل، بیروت، ج3، ص1412، 933ھ،

خدو خیل، شریں زادہ، عہدِ رسالت کا نظام تعلیم اور عصرِ حاضر، الفیصل اکیڈمی لاہور، 2010ء۔

ڈاکٹر مشتاق الرحمن صدیقی، تعلیم و تدریس مباحث و مسائل، ص22، 21۔

رفیعہ سلطانہ، ڈاکٹر، اردو نثر کا آغاز وارتقاء، کریم سنز پبلشرز، کراچی، 1987ء۔

رواہ الترمذی، عن ابن عمر، السید احمد الھاشمی، مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ، ص27۔

رواہ الدیلمی، السید احمد الھاشمی، مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ، ص7۔

السید احمد الھاشمی، مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ، ص123۔

غزالی، محمد بن محمد، حجۃ الاسلام، احیاء العلوم، س ن، ص 141۔

فاروقی، برھان احمد، ڈاکٹر، تعلیم کا مسئلہ اور اس کا حل، صفحہ 19۔

ہولم برگ، بی، فاصلاتی تعلیم کے اصول وارتقا، یونیورسٹی آف اولڈن برگ، جرمنی، 2005۔